فون نمبر ۲۳۸۱ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۵۰

بسلسلہ

علامہ فضلِ حق خیرآبادی نمبر

ہفت روزہ

اِلہام

بہاولپور

جناب مخدوم محمد اللہ قمر رازی صاحب کی نذر
محمد صادق قصوری
10-10-11

جلد نمبر ۴۵ — ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۵ء — شمارہ نمبر ۴۰

مدیر: مسعود حسن شہاب دہلوی

مدیر منتظم: شاہد حسن رضوی

قیمت: بیس (۲۰) روپے

مولانا موصوف کے فیصلے کے تے جیوری بیٹھی۔ ایک اسیسر نے واقعات سُن کر بالکل چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ سرکاری کے مقابل خود مولانا بحث کرتے تھے۔ بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزامات اپنے اوپر خود عائد کئے۔ اور پھر خود ہی مثل تارِ عنکبوت تمام الزامات عقلی و قانونی دلائل سے توڑ دیئے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا۔ اور اُن سے ہمدردی بھی تھی۔ کیونکہ اس نے صدر الصدوری کے عہد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا۔ وہ مولانا کی عظمت اور تبحرِ علمی سے بھی واقف تھا۔ وہ دل سے چاہتا تھا کہ مولانا بری ہو جائیں۔ کرے تو کیا کرے۔ بظاہر یہ نظر آ رہا تھا۔ کہ مولانا بری ہو جائیں گے سرکاری وکیل بھی لاجواب تھے۔

دوسرا دن مقدمہ کی سماعت کا آخری دن تھا۔ مخبر بھی عدالت میں موجود تھا۔ اُس نے عدالت میں آنے کے خوف سے پھر علامہ کی پُروقار اور بارعب شخصیت سے متاثر ہو کر یہ کہہ دیا کہ یہ وہ فضلِ حق نہیں جس نے فتویٰ دیا ہے۔ لیکن علامہ صاحب نے اس کے بیان کی تصدیق و توثیق کرنے سے انکار کرتے ہوئے اُس کے پہلے قول کی تائید کی اور فرمایا:

پہلے اس گواہ نے سچ کہا تھا۔ اور رپورٹ بالکل صحیح لکھوائی تھی۔ اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ اور جھوٹ بولا ہے۔ وہ فتویٰ صحیح ہے میرا لکھا ہُوا ہے۔ اور آج اس وقت بھی میں اس پر قائم ہُوں۔ اور میری انگریزی حکومت کے متعلق وہی رائے ہے جو پہلے تھی"۔

اس جراٗت مندانہ موقف، عزیمت و استقلال کے بارے میں ہی شاعر کہتا ہے۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

علامہ فضلِ حق خیر آبادیؒ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے مندرجہ ذیل عقائد

باطلہ و فاسدہ پر تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ اور امتناع النظیر" تصنیف فرمائیں۔ مناظرے میں مولوی اسمٰعیل کو چیلنج کیا۔ جو شیر بیشۂ حق و صداقت کی گرج کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اور راہِ فرار اختیار کی۔ آئیں مفرور عن المناظرہ کے عقائد ملاحظہ فرمائیں جن کا رد پیش کیا گیا۔

۱۔ خدا جھوٹ بول سکتا ہے (رسالہ یک روزی۔ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)

۲۔ اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا۔ بلکہ جب چاہتا ہے تو غیب کی بابت دریافت کر لیتا ہے (تقویۃ الایمان)

۳۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (ص ۱۹ ۔ ص ۲۶)

۴۔ اپنی اولاد کا نام عبدالنبی۔ عبدالرسول۔ علی بخش۔ نبی بخش۔ پیر بخش۔ غلام محی الدین۔ معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۸)

۵۔ سب انبیاء و اولیاء اللہ کے سامنے ذرہ ناچیز سے بھی کم ہیں۔ تقویۃ الایمان، ص ۷۵)

۶۔ رسول اللہ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویۃ الایمان، ص ۷۵)

۷۔ رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر۔ (تقویۃ الایمان، ص ۷۵)

۸۔ رسول اللہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص ۷۵)

۹۔ جس کا نام محمدؐ یا علیؓ ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص ۷۵)

۱۰۔ رسول کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ صراط مستقیم)

۱۱۔ اللہ کے سوا اور کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان، ص ۲۳)

۱۲۔ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۴۹)

۱۳۔ اولیاء و انبیاء، امام زادہ اور پیر و شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں

سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان
کو بڑائی دی، اور بڑے بھائی ہو گئے۔ تقویۃ الایمان ص ۷۰)

اور اس کے مقابلہ میں فتوٰی کی تفصیلات تھیں، جن کا مرکزی نقطہ سید الانبیاءؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و اعلیٰ کا طوافِ عشق و اطاعت ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اعزاز و اکرام اور فضائل جلیلہ
و مناصب جلیلہ عطا فرمائے ہیں، ان میں سے بعض آپ نے ملاحظہ کر لئے۔ اب
گوشِ دل اور کامل توجہ سے سنئے۔ کہ جیسے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو بارگاہِ کبریا میں وہ وجاہت و عزت مرتبہ محبوبیت حاصل ہے کہ اس
میں اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ شرکت اور ہمسری حاصل نہیں ہے۔ اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ
وجاہت، عزت اور رتبہ محبوبیت، شفاعت اور سفارش کی مقبولیت
کا سبب ہے۔ تو اب جان لینا چاہیئے کہ شفاعت کبریٰ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا خاص منصب ہے، حضور کی شفاعت بلاشبہ مقبول و مستجاب
ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تمام جہانوں کے
لئے رحمت، جنوں، انسانوں اور فرشتوں کے لئے ملجأ و ماویٰ ہے مشرکین
مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ فائض الجود کی برکت سے مکہ مکرمہ میں عذاب
الٰہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ الخ
"اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کفار مکہ کو عذاب دے، جبکہ اے حبیب! (صلی اللہ
علیہ وسلم) تم ان میں موجود ہو۔"

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے
تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیا۔ مومنوں کو ان پر غالب

و مسلط فرما دیا۔ مسلمانوں کی تلواریں ان کے ملئے حاکم بنا دیں۔ اور اُن کی زمینیں علاقے اور مال مُسلمانوں کو بطور غنیمت عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ . . . . الخ

"ان کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہ دے لاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں۔ جن کی ذات مبارکہ ان کے باعث امن تھی۔" (تحقیق الفتویٰ اردو ترجمہ ص ۱۱۰/۱۱۱)

حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں اپنے اس مفصل و مدلل فتویٰ (جو ۸۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے) کا خلاصہ خود تحریر فرمایا ہے۔ جو درج ذیل ہے:۔

خلاصۂ فتویٰ: جب چاروں مقام مکمل ہو گئے تو اب خلاصۂ فتویٰ اور استفتاء کا جواب سُنیئے! سائل نے تین سوال کئے تھے:

(۱) یہ کلام حق ہے یا باطل؟

(۲) اس کا یہ کلام حضرت سید الاولین و الآخرین افضل الانبیاء والمرسلین آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے والوں کا پاکیزہ ترین صلوٰۃ، سلام بھیجنے والوں کا بہترین سلام، فرشتوں اور مسلمانوں کا پسندیدہ ترین ہو، کی شانِ عالی اور قدر جلیل و جمیل کی تنقیص و تخفیف ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کی قباحت پر مشتمل ہے تو اس کے مرتکب کا حال اور حکم شرعاً کیا ہے۔ اور وہ دین و ملت کے لحاظ سے کون ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قائل کا کلام مذکور سراپا جھوٹ، دروغ فریب اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ وہ گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کی نفی کرتا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء و ملائکہ

علیہم السلام اور اصفیاء سے شفاعتِ وجاہت اور شفاعتِ محبت کی نفی کرتا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ کتابِ مبین، احادیثِ سیدالمرسلین اور اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے جیسے مقامِ اوّل میں تفصیلاً ثابت ہُوا۔ اور مقامِ ثانی میں اس کلام کے کچھ حصوں کا بُطلان دلائل سے واضح ہُوا۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا کلام بلاشبہ بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار، دیگر انبیاء، ملائکہ، اصفیاء، مشائخ اور اولیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔ اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے مقامِ ثالث میں مذکور ہُوا۔ اور اس سے پہلے دلائل سے ثابت ہوا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے۔ اور ہرگز مسلمان نہیں ہے۔ اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔ جو شخص اس کے کفر میں شک و تردّد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کا فر و بے دین اور مسلمان ولعین ہے۔ مگر کفر اور بے دینی میں اس شخص سے کم ہے۔ جو اس گستاخانہ کلام کو قابلِ تحسین جانتا ہے۔ اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریاتِ دین میں سے شمار کرتا ہے۔ ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے۔ بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اس نے نبی اکرم دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے استخفاف کو مستحسن جانا اور اسے ضروریاتِ دین میں سے گمان کیا۔ اسی طرح جو شخص ظاہراً یا باطناً ایسے مسائل میں اس قائل کی طرفداری روا رکھتا ہے۔ اور اہلِ علم میں اس کی عزت کے تحفظ کے لئے دُور از کار تاویلات اختیار کرتا ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کا مرتکب ہوا ہے۔ کہ ایک بے دین کی طرفداری کو سیدالانام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر ترجیح دی۔ اور ملامت کے خوف بلکہ بقضائے بدبختی اس کلام کے ثابت کرنے کے درپے ہُوا۔ جو نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ سب کفر اور
الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک
کے طفیل اس سے محفوظ رکھے۔ چوتھے مقام میں ان مقاصد کے ثابت
کرنے سے فراغت حاصل ہوئی۔ پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ والحمد
للہ رب العالمین۔"

امتناع نظیر کے متعلق آپ نے مفصل اور مضبوط دلائل دیئے ہیں یہاں
پر اس کے اعادۂ مضمون میں زیادہ طوالت پیدا کر دے گا۔ اس لئے علامہ فضل
حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اثر مرزا اسد اللہ خاں غالب کے مندرجہ
ذیل اشعار پر اکتفا کرتے ہیں۔ جن میں انھوں نے ثابت کیا ہے۔ کہ حضور کو
اللہ جل شانہٗ نے ۔۔۔۔ خاتم النبیین بنایا ہے۔ اس لئے اس عالم میں حضور
کا نظیر پیدا ہونا محال اور ممتنع بالذات ہے۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
للعالمین نذیراً للعالمین اور رحمۃ للعالمین ہیں تو یہ جہان چھوڑ اور بھی کئی جہان
ہوں، لاکھوں کروڑوں جہان ہوں۔ لاتعداد جہان ہوں۔ خاتم الانبیاء حضور
صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہیں گے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا یہ کہنا کہ اللہ چاہے تو
کروڑوں محمدؐ جیسے پیدا کر سکتا ہے۔ نری گمراہی، ضلالت، حماقت ہے۔
غالب نے اپنے ان اشعار میں امکان نظیر کے خیال کو رد کرتے ہوئے علامہ
فضل حق خیر آبادی کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ اور اسی رائے سے اپنی
موافقت ظاہر کرتے ہوئے جس مدلل طریقے پر ثابت کیا ہے۔ یہ غالب
ہی کا حصہ ہے:۔

در یکے عالم دو تا خاتم مجوے — صد ہزاراں عالم و خاتم بگرے
غالب! ایں اندیشہ نپذیرم ہمی — خردہ ہم بر خویش می گیرم ہمی
اے کہ ختم المرسلینش خواندۂ — دانم از روئے یقینش خواندۂ

این الف لامے کہ استغراق راست | حکم ناطق مغنئ اطلاق راست
منشا ایجاد ہر عالم یکے است | گرد و صد عالم بود خاتم یکے است
منفرد اندر کمالِ ذاتی است | لاجرم "مثلش" "محالِ ذاتی" است

(باغی ہندوستان، ص ۱۳۰)

"امیرالروایات" کی روایت اس لئے قابلِ اعتبار نہیں کہ مولانا نے اپنے "فتویٰ" اور "امتناع نذیر" میں اختیار کردہ موقف سے سر مو انحراف نہیں کیا۔ بلکہ مصیبت کے دوران بھی انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اپنی جس غلامانہ وابستگی اور شیفتگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کی موجودگی میں وہ کس طرح مولوی اسمٰعیل کی کفریات سے اتفاق کر سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی تو دیکھیں کہ مولوی اسمٰعیل حکومت انگلشیہ کا آلۂ کار بن کر اسلامی مرکزی خلافت کے مقابلے میں ایک نیا امیرالمومنین گھڑتا ہے۔ سرحد آزاد کے جنگجو پٹھانوں میں خلفشار پیدا کر کے ان کی لڑکیوں سے جبراً نکاح کے احکامات صادر کر کے ان عقائد میں خلل ڈال کر ان کے خلاف خانہ جنگی کو جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیتا ہے۔ انگریزوں کے دشمن سکھوں پر دباؤ ڈال کر انھیں انگریزوں سے مصالحت کے لئے مجبور کرتا ہے۔ خود مسلمانوں کے ساتھ لڑتا ہوا مارا جاتا ہے۔ اور اس کا پیر اپنے آپ کو غائب کر دیتا ہے۔ اور آج تک پتہ نہیں کہ ان کا کیا انجام ہوا۔ ان حالات میں "امیرالروایات" مصنفہ اشرف علی تھانوی میں مذکور افسوس اور ندامت کی وجہ سے آہ و زاری ایک افسانہ اور طوطا مینا کی کہانی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

مولوی اسمٰعیل اور اس کے پیر و مرشد سید احمد بریلوی کا سکھوں کے خلاف جہاد جو حیثیت رکھتا ہے اور جس طرح تاریخ گھڑی گئی ہے۔ اس کا پردہ محمد محبوب علی خاں لکھنوی نے "تاریخ اعیان وہابیہ" میں دلائل و براہین سے چاک کیا ہے:-

"اسمٰعیل دہلوی اور ان کے مرشد سید احمد بریلوی کی اس جنگِ زرگری سے برٹش کو حسب ذیل فائدے ہوئے:۔

(۱) دہلی اور ہندوستان کے دیگر بلاد آسانی کے ساتھ بہادر اور غیرت مند مسلمانوں سے اکثر خالی ہو گئے۔

(۲) مغل سلطنت کے جاں نثار اس کے قرب میں کم ہو گئے۔

(۳) سلطنتِ ہند کی قوت کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی۔

(۴) ہندوستان پر مکمل قبضہ کرنا انگریزوں کو آسان ہو گیا۔

(۵) ان دونوں کی ایجنٹی سے انگریزوں کی قوت بڑھی۔

(۶) ان کی جنگِ زرگری سے پنجاب پر بھی انگریزوں کا تغلب آسان ہو گیا۔

(۷) سرحدی مسلمانوں میں ان دونوں نے پھوٹ ڈال دی۔

(۸) آزاد قبائلیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، انھیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا۔

(۹) قبائلی مسلمانوں کے قتل کے فتوے بار بار لکھے اور شائع کئے۔

(۱۰) پٹھانوں کی طاقت کمزور کرا دی۔

(۱۱) کافروں کے مقابل ان کی ہوا خیزی کرائی۔

(۱۲) کتاب "تقویۃ الایمان" کے ذریعہ مسلمانوں میں نفاق و شقاق کی آگ بھڑکائی۔

(۱۳) دوسری ریاستوں اور حکومتوں کو بھی خطوط و سفیر بھیج بھیج کر پنجاب کی طرف متوجہ کیا۔ اور سلطنتِ مغلیہ کی مدد سے غافل کر دیا۔

(۱۴) فرقہ بندی شروع کرائی۔ گھر گھر لڑائی کرائی۔ کچھ دنوں بعد ہی برٹش نے تغلب حاصل کیا۔ اور کچھ دنوں بعد ان کی مدد کی بنا پر انگریزوں نے شہرِ دہلی بلکہ تمام ہند پر تسلط جما لیا۔"

آخر میں حکومت پاکستان کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے جہاد کی حقیقت واضح کرنے کے لئے ایک "ہسٹاریکل ریسرچ

بورڈ مقرر کر کے اور اس کے دور کی تاریخ از سرِ نو مرتب کی جائے۔ اور مندرجہ ذیل حقائق
کو خاص طور پر پیشِ نظر رکھا جائے:۔

۱۔ فضلِ حق کی دین کی رو سے اسلام کے دشمنوں اور ملک کے غاصبوں پر جہاد واجب
تھا۔ جبکہ اسمٰعیل دہلوی کے مذہب کی رو سے یہ بات فرض تھی کہ انگریزوں
پر جہاد کرنے میں کبھی شریک نہ ہوں۔

۲۔ فضلِ حق کا جہاد صرف انگریز کے خلاف تھا۔ مگر اسمٰعیل دہلوی بحث میں جس
عالم سے عاجز آ جاتے، اس کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیتے۔

۳۔ فضلِ حق جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے عظیم رہنما تھے۔ جنگِ آزادی میں حصہ
لینے کی پاداش میں انگریزوں نے مسلمانوں پر ظلم و استبداد کی انتہا کر دی۔ اس
کے مقابلے میں اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد کا اعلان تھا کہ سرکارِ انگریزی گو
منکرِ اسلام ہے، مگر مسلمانوں پہ کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی۔ اس کے خلاف
جہاد نہیں۔

۴۔ فضلِ حق اور اُن کے ساتھیوں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ خادم
اور نام لیوا کی حیثیت سے جنگِ آزادی میں حصّہ لیا۔ جبکہ سید احمد بریلوی
نے اپنے آپ کو مامور من اللہ کہا۔ اپنے اوپر الہام ہونے کا دعویٰ کیا۔
اور اسمٰعیل دہلوی کو سید احمد کا خلیفہ بمنزلہ حضرت عمرؓ قرار دیا گیا۔

۵۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں فضلِ حق خیر آبادی کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف
غیر جانبدار مورخین کے علاوہ جانبدار وہابیوں کو بھی کرنا پڑا۔ وہ اس
جنگ کے ہیرو کہلائے۔ اس کے برعکس سید احمد اسمٰعیل دہلوی اور
ان کے ساتھی "مجاہدین" کو سندھ اور سرحد کے لوگ انگریز کا جاسوس
سمجھتے تھے۔

۶۔ فضلِ حق کے خلاف استغاثے کے گواہ شہادت سے منحرف ہو گئے۔